

فخر ہے۔ بہتوں نے لاشیاں کھائیں کوڑے سبے۔ بڑی ماں کے بھتیجے کے لڑکے نے بھی لاشیں سے سر پھوڑ دیا۔ رام بابو گیارہ تاریخ کو ہی گرفتار کر لیا گیا۔ پٹنہ کی ہی بات نہیں ہے ملک کے کونے کونے میں یہی سازش رچی گئی ہے۔ ایک طرف نہتی عوام اپنے انسانی حق کے لئے عدم تشدد کے طریقے سے لڑائی لڑ رہی ہے اور دوسری طرف جدید اسلحوں سے لیس حیوانی طاقتیں، بندوق، مشین گنوں اور بموں سے انہیں دبانے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ پھر شہیدوں کی تعداد کی گنتی کیا؟ مجھے یقین ہے کہ ہماری قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی۔ یہاں ایک ایسی آگ جلی ہے جو برٹش سامراج کو ضرور ہی خاک میں ملا دے گی۔ انگریزوں کے پاپ اور مظالم اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اب ضرور ہی اس کا خاتمہ ہوگا اور زیادہ لکھنے کا موقع نہیں ہے۔ میں یہاں 13 تاریخ سے تقریباً نظر بند ہوں۔ یہ مجھے بری طرح کھلتی ہے دیکھو کیا ہونا ہے؟ تم سے الگ ہوتے وقت میں نے تمہیں انہیں باتوں کو دھیان میں رکھ کر انصاف اور قربانی کی کچھ کہانیاں کہی تھیں، سمجھایا بھی تھا۔ کسی خط میں بھی کچھ لکھا تھا۔ انہیں ہی یاد رکھو۔ ایثار ہی دنیا کا سب سے بڑا احساس ہے پھر ہم تم تو زندوں میں ہیں۔ ایثار بھی اس کے لئے کبھی دل دیں داغ دیں اور ہمت سے ایثار و قربانی کا جذبہ دیں۔

امید ہے تم بھی اچھی ہوگی۔

تیرا اوپندر

بہار میں بھارت چھوڑ دو تحریک : 8 اگست کو ہندوستان چھوڑ دو تحریک پاس ہونے کے اگلے دن پٹنہ کے کلکٹر ڈبلو جی آرچر نے راجندر پرشاد کو گرفتار کر لیا۔ 11 اگست کو طلبہ کے ایک جلوس نے سکرٹریٹ عمارت کے سامنے اسمبلی ہاؤس کی عمارت پر قومی جھنڈا بٹھرانے کی کوشش کی۔ افسران کے حکم پر پولس فائرنگ میں سات طلبہ مارے گئے اور کئی زخمی ہوئے۔ مرنے والے طلبہ اوما کانت سنہا، رامانند سنگھ، شیش پرشاد جھا، دیوی پد چودھری، راجندر سنگھ، رام گووند سنگھ اور جگ پتی کمار تھے۔

سب سے پہلے تین اعلیٰ افسران شاہنواز ڈھیلن اور سہگل پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان افسروں کے دفاع میں کانگریس آگے آئی اور ملک کے بڑے بڑے بیرسٹروں جن میں بھولا بھائی ڈیسائی، ڈاکٹر کالجو، ڈاکٹر تیج بہادر سپرو اور جواہر لال نہرو شامل تھے۔ بغیر فیس کے مقدمہ لڑا۔ پورے ملک میں ان بہادروں کی حمایت میں مظاہرے کئے گئے۔ پھر بھی ججوں نے انہیں قصور وار ٹھہراتے ہوئے موت کی سزا سنائی لیکن برٹش حکومت کو ملک کے حالات کو دیکھتے ہوئے اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ انہیں پھانسی دے سکے۔ تینوں جہز ل رہا کر دیئے گئے۔ بعد میں آزاد ہند فوج کے اور بھی لوگ رہا کر دیئے گئے۔

آزاد ہند فوج کا قومی گیت یہ تھا۔

شبھ سکھ چین کی برسا برے

بھارت بھاگیہ سے جاگا

پنجاب سندھ گجرات مراٹھا دراوڑ اٹکل بنگا

چنچل ساگر، وندھ۔ ہمالیہ، نیلا، جمن گنگا

تیرے نیہ گرد گائے

تجھ سے جیون پاوے

سب نت پائیں آشا

سورج بن کر جگ پر چمکے، بھارت نام سجاگا

جئے ہو، جئے ہو، جئے ہو

جئے جئے بھارت جئے ہو

شبھ کی دل میں پریت بسائے تیری میٹھی بانی

ہر صوبے کے رہنے والے ہر مذہب کے پرانی

اپنے آپ کو مسلمانوں کو ایک واحد نمائندہ تنظیم کی شکل میں قائم نہیں کر سکی۔ لیکن رفتہ رفتہ کانگریس کے ذریعہ اپنی حمایت میں متحد کرنے کی ناکامی نے مسلم لیگ کی قوت اور خواہشات کو بڑھا دیا۔ فرقہ وارانہ ذہنیت والے، ناراض اور قومی تحریک کے مین اسٹریم میں اپنی جگہ نہیں بنانے والے لیڈر مسلم لیگ کے ساتھ جڑنے لگے۔ اب لیگ خود کو مسلمانوں کے ایک واحد ادارہ کی شکل میں منظوری چاہتی تھی۔ لیکن یہ کانگریس کو منظور نہیں تھا۔ کیوں کہ اب بھی کانگریس کے بڑے بڑے لیڈر مسلمان تھے۔ مسلم لیگ نے 1930ء کے عشرے میں ہی دو قومیت کا اصول تسلیم کر لیا تھا اس نے 1940ء میں مسلم اکثریتی شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں مسلمانوں کے لئے آزاد صوبوں کا مطالبہ کیا۔

1946ء کے صوبائی انتخاب میں الگ انتخابی حلقے میں لیگ کی بے جواز کامیابی نے پاکستان کے مطالبے کے تئیں انہیں اور طاقت دے دیا۔ برٹش حکومت نے پاکستان کے مطالبہ اور ہندوستان کی آزادی کے بارے میں تین ارکان پر مشتمل کمیٹی مشن (Cabinete Mission) ہندوستان بھیجا۔ کمیٹی مشن نے مسلم اکثریتی علاقے کو خود مختاری عطا کرتے ہوئے ڈھیلے ڈھالے اشتراک کی شکل میں غیر منقسم ہندوستان کا مشورہ دیا۔ کمیٹی مشن کے کچھ مشوروں پر لیگ اور کانگریس دونوں کو اعتراض تھا۔ ان حالات میں اب ملک کی تقسیم کو ٹالا نہیں جاسکتا تھا۔ مسلم لیگ نے پاکستان کے مطالبے کی حمایت میں عوام سے براہ راست کاروائی کا دن 16 اگست 1946ء کو منانے کی آواز لگائی۔ اسی دن کو لکاتہ میں فرقہ وارانہ تشدد بھڑک اٹھا۔ اس نے تیزی سے ہندوستان کے اکثر حصے کو اپنی چپیٹ میں لے لیا اور لاکھوں لوگ مارے گئے۔ کروڑوں لوگ ریفریجی ہو گئے۔ برٹش حکومت نے کمیٹی مشن کی ناکامی کے بعد حالات کو دیکھتے ہوئے ہندوستان کو منقسم کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ یہ انگریزوں کے پھوٹ ڈالو والی پالیسی کی انتہا تھی۔ اپنے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے سرکار نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان بھیجا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستانی آزادی قانون 1947ء کے تجاویز کے مطابق ہندوستان کو آزاد کر دیا۔ ہمارے قومی لیڈروں کو اسے منظور کرنا پڑا۔ تقسیم کے بعد ہندوستان کا جغرافیہ ہی بدل گیا۔ کچھ عرصہ کے لئے نفرت سے بھرا ماحول بن گیا۔ اس طرح آزادی ہمارے لئے مسرت سے زیادہ درد لے کر آئی۔ رفتہ رفتہ ہمارے قومی لیڈروں کی سوجھ بوجھ سے حالات پر قابو پالیا

مشق

آئیے پھر سے یاد کریں :

1. صحیح متبادل کو چنیں:

(i) کانگریس کے قیام میں کن عناصر نے اہم رول نہیں نبھایا؟

(الف) شروعاتی سیاسی تنظیموں نے

(ب) ایک قومی ادارے کی تشکیل کی ضرورت نے

(ج) انگریزوں کی استحصالی پالیسی نے

(د) انگریزوں کی صاف ستھری انتظامیہ نے

(ii) قومیت کے جذبات کو فروغ ہوا۔

(الف) انتظامی اور عدالتی یکسانیت کی وجہ سے

(ب) مواصلاتی ذرائع کی ترقی کی وجہ سے

(ج) درج بالا دونوں کی وجہ سے

(د) ان میں سے کسی کی وجہ سے نہیں

(iii) آئی سی ایس کے امتحان میں شامل ہونے کے لئے عمر کی حد 21 سے گھٹا کر کتنا کیا گیا؟

(الف) 18 سال (ب) 19 سال

(ج) 20 سال (د) نہیں گھٹائی گئی

(iv) اخباروں نے کن کن خیالات کو مقبول بنایا؟

(الف) نمائندگی کا نظام (ب) آزادی اور جمہوری نظام

(ج) صرف 'الف' کو (د) 'الف' اور 'ب' دونوں کو

(x) 'کر دیامرو' کا نعرہ گاندھی جی نے دیا۔

(الف) عدم تعاون تحریک کے دوران

(ب) چمپارن میں

(ج) ہندوستان چھوڑو تحریک کے دوران

(د) سول نافرمانی تحریک میں

آئیے غور کریں :

(i) کابینہ مشن نے کیا مشورہ دیا؟

(ii) یوم براہ راست کارروائی کیوں منایا گیا؟

(iii) قومیت کے فروغ میں کن کن عناصر نے اہم رول نبھایا؟

(iv) کانگریس کی تشکیل نے قومیت کی ترقی میں اہم رول نبھایا کیسے؟

(v) بنگ بھنگ نے پورے ہندوستان کو مشتعل کر دیا کیسے؟

آئیے کر کے دیکھیں :

(i) چمپارن سے ہی گاندھی جی نے اپنا سیاسی سفر کیوں شروع کیا؟ درجہ میں ساتھیوں سے مذاکرہ کریں۔

(ii) آزادی ہمارے لئے خوشی اور درد دونوں لے کر آئی۔ اس موضوع پر اسکول میں جشن آزادی تقریب کے موقع پر بحث

و مباحثے کا انعقاد کریں۔

پر چلا اور بے شمار صدیوں نے اس کی کوشش اور شاندار کارناموں کی گواہی دی اور اس کی ناکامیوں کو بھی اچھے اور برے دن دونوں میں ہندوستان نے ان اصولوں اور نظریات کو کبھی نظر سے ہٹے نہیں دیا۔ ان سے اس نے نئی طاقت پائی اور قوت لی آج بد قسمتی کا طویل عرصہ ختم ہوتا ہے اور ہندوستان اپنے آپ کو پھر سے پہچان رہا ہے جس فتح کو آج ہم منار ہے ہیں وہ صرف ایک قدم ہے۔ موقع ملنے کی ایک ابتدا ہے ان بڑی بڑی کامیابیوں اور حصولیابیوں کی طرف جو ہمارا انتظار کر رہی ہے کیا ہم میں اتنی ہمت ہے، اتنا علم ہے کہ اس موقع کو نہ جانے دیں اس کا فائدہ اٹھائیں اور مستقبل کے چیلنج کو قبول کریں۔

آزادی اور طاقت ذمہ داریاں لاتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اس مجلس پر ہے جو جمہوری طاقتوں سے بھرپور ہے اور ہندوستان کی آزادی عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔ آزادی سے قبل ہم نے مصائب جھیلے اور ہمارے دل ان غموں سے بھاری ہیں۔ کچھ غم آج بھی موجود ہے۔ مگر ماضی گزر چکا ہے اور مستقبل ہمیں بلاتا ہے۔

وہ مستقبل ابتدا کا نہیں ہے وہ برابر کوشش کا ہے، محنت کا ہے تاکہ ہم نے جو وعدے کئے تھے اور آج ہم جو عہد کریں گے انہیں پورا کر سکیں۔ ہندوستان کی خدمت کے معنی ان کروڑوں افراد کی خدمت کرنا ہے جو مصیبت زدہ ہیں۔ جس کے معنی ہیں استاد کے طور پر لاطینی بیماری اور نا انصافی کو ختم کر دینا ہے۔ ہمارے زمانے کی سب سے بڑی ہستی کی خواہش رہی ہے کہ ہر انسان کا ہر آنسو پونچھ دیا جائے۔ یہ شاید ہماری طاقت کے باہر ہو مگر جب تک لوگوں کی آنکھوں میں غم کے آنسو ہوں اس وقت تک ہمارا کام ختم نہیں ہوگا۔

اس لئے ہم کو برابر محنت کرنی ہے تاکہ ہمارے خواب شرمندہ تعبیر ہو سکیں۔ یہ خواب ہندوستان کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے بھی ہے کیونکہ آج کل کے سارے ممالک اور دنیا کے لوگ آپس میں اتنے جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی الگ رہنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ امن غیر منقسم ہے اور اسی طرح آزادی اور خوشحالی اور بدحالی بھی۔ کیونکہ اب اس ایک دنیا کے الگ الگ ٹکڑے نہیں کئے جاسکتے۔

لئے آزادی کے بعد کھیتی کی ترقی کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی کی بھی ضرورت تھی تاکہ روزگار کے حصول کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زندگی کا معیار بلند ہو سکے۔



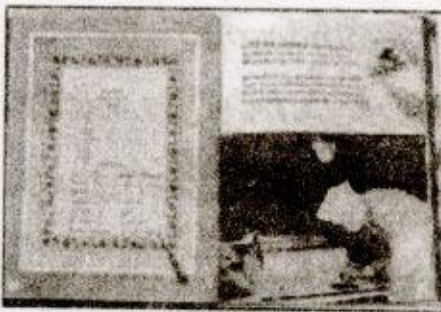
آزادی کے ساتھ تقسیم کی وجہ سے مذہبی جوش (فرقہ پرستی) نے تقریباً پورے ہندوستان کو اپنے چپیٹ میں لے لیا تھا لیکن ملک کے کچھ دیہاتی علاقے بہار اور تقسیم سے متاثر ہونے والے علاقے کو چھوڑ کر پورا ملک فرقہ پرستی کے نظریات سے الگ رہا۔ ان حالات میں ہندوستان سیکولر ازم کے بغیر ایک منظم اور مضبوط قوم نہیں بن سکتا تھا۔ ترقی اور اتحاد کے ساتھ قومی تعمیر کے عمل کو ساتھ ساتھ چلنے کے لئے اختلاف تشدد اور فکراؤ کو ختم کرنا

آزادی کے بعد منقسم ہندوستان اور نئے پاکستان کی تشکیل

ضروری تھا۔ فرقہ پرستی کے ساتھ ساتھ ذات پات، امیر غریب، شہر۔ دیہات وغیرہ کے بیچ گہرے اختلافات اور دوریاں تھیں ان دوریوں کو پائنا بھی آزادی کے لئے ایک چیلنج تھا۔

نئے دستور کی بناوٹ

آزادی کے پہلے ہی ہندوستانیوں نے کیبنٹ مشن کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ہندوستان کے لئے اپنے آئین کے



بنانے کی ذمہ داری سنبھالی۔ مجلس آئین ساز کی تشکیل کی گئی جس کے لگ بھگ 300 نمائندے ملک بھر سے چن کر آئے تھے ان ممبران کے بیچ دسمبر 1946ء سے نومبر 1949ء تک انتہائی غورو خوض کے بعد ہندوستان کا آئین لکھا گیا آئین کے کچھ حصے (شق) کو 26 نومبر 1949ء کو ہی نافذ کر دیا گیا اور 26 جنوری 1950ء کو اسے پورے طور سے نافذ کیا گیا۔

تصویر۔ 2: نئے آئین پر دستخط کرتے ہوئے پنڈت نہرو

پر مرکز اور صوبہ دونوں کو قانون سازی کا اختیار ہے۔ مگر ایسا اختلاف کی صورت میں مرکز کا قانون موثر ہوگا۔ مجلس آئین ساز میں بحث کے دوران کچھ لوگوں نے مرکز کے مفاد کو ترجیح دی اور کہا کہ جب مرکز مضبوط ہوگا تبھی وہ پورے ملک کے لئے سوچے اور منصوبہ بنانے میں اہل ہوگا۔ کئی ممبروں نے صوبہ کو زیادہ خود مختار بنانے اور آزادی دینے کی حمایت میں دلیلیں دیں۔ ان کا کہنا تھا کہ موجودہ حالت میں جمہوریت دلی میں ہی مرکوز ہے۔ اس لئے ملک کے بقیہ حصوں میں اسی جذبہ اور مفہوم میں سامنے نہیں آ رہا ہے۔

مجلس آئین ساز میں زبان کے موضوع پر بھی طویل بحث ہوئی زیادہ تر لوگ انگریزی کی جگہ ہندی کو اپنانا چاہتے تھے۔ لیکن غیر ہندی زبان والوں نے اس کی مخالفت کی۔ ٹی ٹی کرشم چاری نے دھن کے لوگوں کی طرف سے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر ان پر ہندی تھوپی گئی تو بہت سارے لوگ ہندوستان سے الگ ہو جائیں گے۔ اس اختلاف سے بچنے کے لئے ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان کا درجہ تو دیا گیا لیکن بشمولیت عدالت مختلف خدمات میں انگریزی کو کام کاج کی زبان کی شکل میں اپنایا گیا۔ دستور سازی میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کا رول کافی اہم تھا۔ یہ مجلس آئین ساز کے مسودہ کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے مجلس آئین ساز میں سیاسی جمہوریت کے ساتھ ساتھ سماجی اور معاشی طور سے پسماندہ لوگوں کی ترقی کے لئے آواز بلند کی۔ ان کی ترقی کے لئے امید کرنے سرکاری خدمات میں تحفظات (ریزرویشن) کی وکالت کی تاکہ یہ عام لوگوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکیں۔

ریزرویشن کے بارے میں اچھے بے کھانڈ بیکر کے خیالات

اس عہد کی سیاست میں تحفظات (ریزرویشن) جیسے روشن موضوع پر آئین ساز اسمبلی میں بحث مباحثہ کے دوران 24 اگست 1949ء کو کھانڈ بیکر نے انتہائی پسماندہ ذاتوں کے ریزرویشن کے بارے میں جو سوال اٹھایا کہ پارلیمانی طریقہ میں زیر فہرست ذاتوں کو محفوظ شدہ انتخابی حلقوں میں دی جانے والی سیٹوں کو صحیح فائدہ اسی وقت ملے گا جب ان کے لئے ویسے ہی انتخابی حلقے محفوظ کئے جائیں جن میں ان



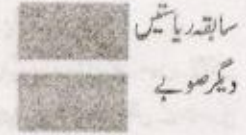
تصویر۔ 3 : آزادی کے دو معمار چنڈت نہرو اور سردار پٹیل

کی نئی تشکیل لسانی بنیادوں پر کی گئی جن میں روس، ترکی اور آسٹریا خاص تھے تو ہندوستانی قومی کانگریس نے بھی 1920ء کے عشرے میں لوگوں کے جذبات کو دیکھتے ہوئے آزادی کے بعد زبان کی بنیاد پر صوبوں کے لئے تشکیل کا بھروسہ دلایا۔ لیکن جب ہندوستان کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم اور فسادات کے بعد آزادی ملی تو

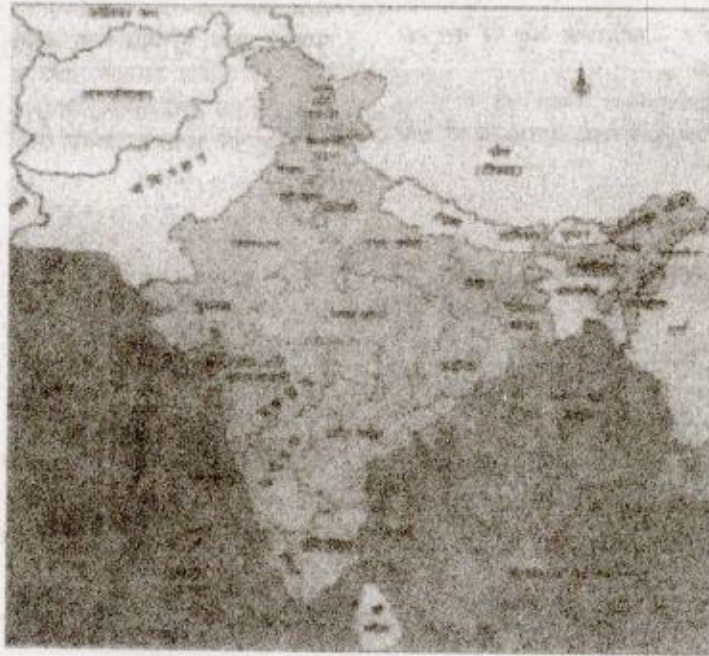
قومی رہنماؤں کے دل میں یہ فکر ہوئی کہ اگر صوبوں کی نئی تشکیل زبان کی بنیاد پر کی گئی تو اور کئی پاکستان بن سکتے ہیں۔

انہیں حالات میں نہرو اور سردار پٹیل نے لسانی بنیاد پر صوبوں کی نئی تشکیل کا اختلاف کیا۔ جب لوگوں کے ذریعہ لسانی بنیاد پر صوبوں کی تشکیل کا مطالبہ ہوا تو پٹیل نے کہا۔ اس وقت ہندوستان کی پہلی اور آخری ضرورت یہ ہے کہ اسے ایک قوم بنایا جائے۔ قومیت کو بڑھاوا دینے والی چیز آگے بڑھنی چاہئے اور اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے والی ہر چیز کو درکنار کر دینا چاہئے۔ ہم نے یہی کسوٹی لسانی صوبوں کے سوال پر بھی اپنائی ہے۔ اس کسوٹی کے حساب سے ہمارے صوبے میں اس مانگ کو حمایت نہیں دی جاسکتی۔

قومی رہنماؤں کے ذریعہ 1920ء کے عشرے میں کئے گئے وعدے سے مکرنے کی وجہ سے علاقائی زبان بولنے والے جیسے تیلگو، تمل، مراٹھی اور کنڑ بولنے والوں میں ناراضگی پھیلنے لگی خاص طور سے تیلگو زبان کے لوگ 1952ء کے پہلے انتخاب میں آندھرا پردیش کی مانگ کو لے کر کافی مشتعل تھے۔ آندھرا پردیش کی مانگ کو لے کر گاندھی وادی نیتا پوٹی شری رام اوراجو نے بھوک ہڑتال کیا جس میں 58 دنوں کے بعد 15 ستمبر 1952ء کو ان کی موت ہو گئی۔ ان کی موت کے بعد پورے آندھرا پردیش میں افراتفری پھیل گئی۔ اس مخالفت کو مرکز نے سنجیدگی سے لیا اور ان کے مطالبے مان لئے۔ اس طرح یکم اکتوبر 1953ء کو آندھرا پردیش کی شکل میں ایک نئے صوبے کی تشکیل ہوئی۔



جب ریاستوں کے حکمران ہندوستان یا پاکستان سے جڑنے کے لئے تیار ہو گئے یا پھر ہزار دیے گئے تو ان کی ریاستیں ختم ہو گئیں۔ لیکن 31 اکتوبر 1956ء تک کئی ایسی ریاستوں کو انتظامی اکائی کی شکل میں باقی رکھا گیا۔ اس کے 1947-48ء سے 31 اکتوبر 1956ء کے درمیانی مدت کے لئے انہیں سابقہ ریاستیں کہا گیا ہے۔



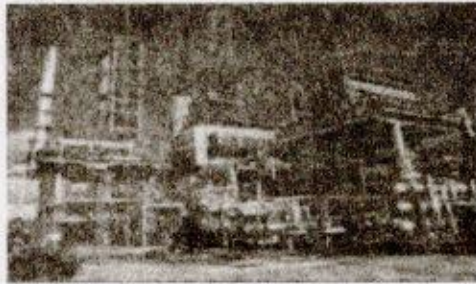
بالترتیب تینوں نقشوں کے جائزہ سے آپ صوبوں کی تشکیل کے مرحلہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ لسانی بنیاد یا دیگر وجوہات سے 1956ء اور اس کے بعد تشکیل شدہ صوبوں کی ایک فہرست بنائیں۔



تصویر - 5 : بوکارو اسٹیل پلانٹ

دیا گیا۔ حالانکہ صنعتیں قائم تو ہوئیں لیکن کھیتی ابتدائی تعلیم، ماحولیات، صحت وغیرہ پر اس قدر توجہ نہیں دی گئی۔ کیونکہ ہمارے پاس اس وقت وسائل محدود تھے اور ضروریات زیادہ تھیں۔ مستقبل میں ماحولیات کو ہونے والے نقصان کو پیش نظر رکھتے ہوئے گاندھی جی کی مقلد میرا بہن نے 1949 میں ہی کہا تھا۔ سائنس

اور مشنری کے ذریعہ کچھ وقت زیادہ فائدہ تو ہو سکتا ہے لیکن آخر کار تباہی ہی ملے گی۔ ہمیں قدرت کے توازن کے پرانے اصولوں کے حساب سے اپنی زندگی چلانی چاہئے۔ تبھی ہم صحت مند اور اخلاقی طور سے مہذب نسل کی شکل میں زندہ رہ پائیں گے۔



تصویر - 6 : برہنہ ریفرنسری

ہماری سرکار نے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی مدد سے بھلائی، درگا پور، بوکارو راؤ کیلا وغیرہ مقامات پر بڑے بڑے صنعت لگائے۔ اسی طرح ہندوستان نے گیارہویں پنج سالہ منصوبہ تک زراعت صنعت سائنس اور ٹکنالوجی تعلیم وغیرہ کے میدان میں نجی اور عوامی حلقوں کی حصہ داری سے کافی ترقی کر لی

ہے۔ آج ہندوستان کی ترقی کی شرح چین کے بعد دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ ہر شخص کو کام فراہم کرانے کے لئے مہاتما گاندھی نریگا، کوئی شخص بھوکا نہ رہے اس کے لئے خوراک تحفظ گارنٹی منصوبہ وغیرہ پر سرکار کافی سنجیدہ ہے۔



تصویر - 7 : حیدرآباد کاسٹ ویرسٹر

1990ء کے عشرہ میں تیز اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ صنعتی حلقے میں ساختیاتی تبدیلی ہوئی اطلاعات اور مواصلات کے

پابندی، شہری اختیارات پر پابندی، نس بندی کے ذریعہ شرح پیدائش پر قابو۔ جگہ جھوٹری کا خاتمہ، کرپا یوں کے اضافہ پر روک اور سخت و غیر جمہوری قدم اٹھائے گئے۔ ایمر جنسی کی مخالفت میں بے پرکاش نارائن نے مکمل انقلاب کا نعرہ دیا۔

جئے پرکاش نارائن کے مکمل انقلاب کا مفہوم



جئے پرکاش نارائن کے مکمل انقلاب کا تصور ان کی سیاسی فکر کا آخری پڑاؤ تھا۔ جئے پرکاش نارائن نے طلبہ اور نوجوانوں کو سیاسی پارٹیوں سے الگ کر ملک کی سماجی اور سیاسی نظام میں بنیادی تبدیلی لانے کا مشورہ دیا۔ طلبہ اور نوجوانوں کی قوت کے نمود کی وجہ سرکار میں بدعنوانی، ملک کی خراب اقتصادی حالت اور نوجوانوں میں پھیلی بے

روزگاری ہے۔ 5 جون 1974ء کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں جئے پرکاش نارائن نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے مکمل انقلاب کا تصور رکھا۔ انہوں نے کہا آج آزادی کے 27 سالوں کے بعد بھی لوگ بھوک، بڑھتی ہوئی قیمتوں اور بدعنوانی سے پریشان ہیں۔ رشوت دیئے بغیر کہیں کام نہیں ہوتا۔ لوگ نا انصافیوں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ لاکھوں طلبہ اور نوجوانوں کا مستقبل تاریک ہے۔ غریبی بڑھ رہی ہے کسانوں کی حالت خراب ہے۔ اس صورت سے نجات پانے کے لئے انہوں نے مکمل انقلاب کے تصور کو سامنے رکھا اور اس کے لئے حکومت کی تبدیلی کو ضروری بتایا۔ انہوں نے کہا کہ مکمل انقلاب، ایک ایسا وسیع انقلاب ہے جس کے تحت سماجی اقتصادی، ثقافتی فکری اور دانشوری، تعلیمی اور روحانی انقلابات شامل ہیں۔ یہ تعداد کم یا زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے آگے کہا کہ حکومت کی تبدیلی ہمارا مقصد نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ جب ہمارے نمائندے بدعنوان، نا اہل اور بھائی بھتیجہ واد کے شکار ہیں تو انہیں حکومت سے ہٹانا ہی پڑے گا۔ اس کے بعد فردا اور سماج میں تبدیلی کے لئے کام کرنا ہوگا۔

اس سرکار کے سامنے کئی مسائل کھڑے تھے۔ ملک اقتصادی اعتبار سے بد حالی کے دور سے گزر رہا تھا۔ اچودھیا مہندر مسجد تنازعہ اور وی پی سرکار کے ذریعہ عوامی حلقے کی ملازمت میں پس ماندہ ذوات کے لوگوں کو ریزرویشن عطا کرنے کی وجہ سے ملک میں قانون و انتظامیہ کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ کشمیری انتہا پسندوں کی بھی سرگرمیاں بڑھنے لگی تھیں۔ اسی دوران 6 دسمبر 1992ء کو بابری مسجد انہدام کے حادثے نے بھی پورے ملک کے باشندوں کو خوفزدہ کر دیا۔ کانگریس کی سرکار نے ان داخلی اور بیرونی حالات کا سامنا کامیابی سے کیا اور ملک کے اقتصادی نظام کو معاشی اصلاحات کے وسیلہ سے پڑی پر لایا۔ اس سرکار نے چن چاتی راج نظام کو آئینی ترمیم کے ذریعہ نافذ کرنے کا بھی تاریخی کام کیا۔

کچھ ماہرین کو ایسا لگتا تھا کہ چونکہ ہندوستان پسماندہ اور کمی سے دوچار ملک ہے۔ اس لئے یہاں فوجی حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن ایسے تمام شکوک اب تک ہندوستان میں کامیابی کے ساتھ ایوان زیریں (لوک سبھا) کے 14 عام انتخابات اور سیکڑوں اسمبلی اور مقامی اکائیوں کے انتخابات ہو چکے۔ ملک کی انتظامیہ، عدلیہ، عالمہ کے ساتھ تال میل کر کے کام کر رہی ہے۔ آزاد پریس ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ اس طرح ہمارے قومی اتحاد اور ترقی کی راہ میں لسانی اور ثقافتی تضادات بھی رکاوٹ نہیں ڈال رہی ہے۔ لیکن سماجی حلقے میں ذات پات پر مبنی خلیج اب بھی حائل ہے۔ آج بھی ہمارے دلت فرقہ کے لوگ، بھید بھاؤ اور چھو اچھوت کے شکار ہیں۔ انہیں دیہاتی علاقوں میں حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے لئے زندگی کی جو کمترین ضروریات ہیں اس کی بھی کمی ہے۔ ہمارے آئین کے سیکولر اصولوں کے برخلاف کئی مقامات پر مذہبی فرقوں کے

تذکرہ کریں — کچھ لوگ اپنے بچوں کو اسکول سے تو خوشحال ہو رہا ہے۔ لیکن غریبوں اور امیروں کے بچے خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ کچھ لوگ اچھے اچھے گھروں میں تمام سہولیات سے

درمیان ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارا ملک اقتصادی طور سے تو خوشحال ہو رہا ہے۔ لیکن غریبوں اور امیروں کے بچے خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ کچھ لوگ اچھے اچھے گھروں میں تمام سہولیات سے

بھرپور زندگی بسر کرتے ہیں۔ تو کچھ لوگوں کو جی تو زحمت کے باوجود بھی دونوں وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا ہے۔ امیر لوگ اپنے بچوں کے ساتھ صحت بنانے کے لئے پہاڑوں پر چھٹیاں گزارنے جاتے ہیں لیکن غریبوں کو علاج کے لئے ڈاکٹر تک دستیاب نہیں ہے۔ امیر اپنے بچوں کو غیر ممالک میں پڑھاتے ہیں اور بے حساب دولت خرچ کرتے ہیں۔ لیکن غریب اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے میں بھی نا اہل پاتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہمارا آئین ہندوستان کے تمام شہریوں کو مساوی اختیار عطا کرتا ہے۔ سماجی اور اقتصادی حلقے میں پسماندہ لوگوں کو طاقتور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن آزادی کے وقت ہمارے رہنماؤں نے جو خواب دیکھا تھا۔ کیا ہم اسے حاصل کر پائے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ ہم ہر میدان میں کامیاب ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے پھر بھی ہم ناکام نہیں ہیں۔

مشق

آئیے پھر سے یاد کریں :

1. صحیح متبادل کو چنیں :

(i) 'سالوں پہلے ہم نے مستقبل کو وعدہ کیا تھا' کس کی تقریر کا حصہ ہے؟

(الف) مہاتما گاندھی (ب) جواہر لال نہرو

(ج) راجندر پرساد (د) ولہجہ بھائی پٹیل

(ii) آزادی کے وقت ہندوستان کے پاس کون سا مسئلہ نہیں تھا؟

(الف) ملکی ریاستوں کا انضمام (ب) ریونیو جی کا مسئلہ

(ج) دوبارہ آباد کرنے کا مسئلہ (د) قیادت کا مسئلہ

(iii) ان میں سے کون صحیح نہیں ہے؟

(الف) آزادی کے وقت ملک کی آبادی تقریباً 34.5 کروڑ تھی

(ب) ہندوستان خوراک کے میدان میں خود کفیل تھا

(ج) 90 فیصد عوام زراعت پر منحصر تھی

(د) ہندوستان میں صنعت کی کمی تھی

(iv) تقسیم کے وقت سب سے بڑا مسئلہ کیا تھا؟

(الف) مذہبی جوش (ب) غریبی (ج) ذات پرستی (د) بجلی

(v) زبان کی بنیاد پر سب سے پہلے کس صوبہ کی تشکیل ہوئی؟

(الف) اتر پردیش (ب) ہماچل پردیش (ج) آندھرا پردیش (د) تمل ناڈو

(vi) 'اگر ہندی ان پر تھوپی گئی تو بہت سارے لوگ بھارت سے الگ ہو جائیں گے' کس نے کہا؟

(الف) راج گوپال آچاریہ (ب) سردار پٹیل (ج) رادھا کرشنن (د) کرشنم آچاریہ

(vii) 'مکمل انقلاب' کا نعرہ کس نے دیا؟

ہمارے مؤرخ

کالی کنکروت (1905-1982ء)

آپ گذشتہ درجوں میں ہندوستان کے قدیم اور عہد وسطیٰ کی تاریخ سے متعلق بہار کے چند عظیم مؤرخوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ اس درجہ میں آپ جدید ہندوستان کی تاریخ نویسی پر کام کرنے والے مورخ ڈاکٹر کالی کنکروت کے بارے میں پڑھیں گے۔

بہار میں تاریخ کے موضوع پر تحقیق کرنے کی جدید روایت کا آغاز سر جادو ناتھ سرکار کے وقت سے ہی ہے۔ اسی تسلسل میں ڈاکٹر سو ویل چندر سرکار کی ہدایت میں تحقیقی کام کرنے والے کالی کنکروت نے مستقبل میں اپنے آپ کو عظیم مؤرخ کی شکل میں نمایاں کیا۔ ڈاکٹر دت نے بہار اور بنگال کے آخری تین صدیوں کی تاریخ کا گہرا مطالعہ اور تحقیق کی۔ ان کی کاوشوں کی وجہ سے بہار کی جدید تاریخ صحیح شکل میں سب کے سامنے آئی۔



ڈاکٹر کالی کنکروت کی پیدائش پاکڑ ضلع کے جھیکر پائی گاؤں میں 1905ء میں ہوئی تھی۔ ان کے والد ہائی اسکول کے استاد تھے۔ اپنے والد کے اسکول ہمیش پورا ہائی اسکول سے ہی انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے 1927ء میں کوکاتہ یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر ایس سی سرکاری کی نگرانی میں پٹنہ کالج کے شعبہ تاریخ میں بنگال کے اقتصادی تاریخ پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کام کے لئے انہیں بہار اور اڑیسہ سرکار کی طرف سے وظیفہ بھی ملا۔ اسی کام کے لئے کوکاتہ یونیورسٹی سے 1931ء میں انہیں پریم چند